JIBAS (The International Journal of Islamic Business, Administration and Social Sciences) (Quarterly) Trilingual (Arabic, English, Urdu)
ISSN: APPLIED FOR (P) & (E)
Home Page: http://jibas.org
Approved by HEC in Y Category
Indexing: IRI (AIOU), Australian Islamic Library, Euro pub.
PUBLISHER HABIBIA RESEARCH ACADEMY
Project of **JAMIA HABIBIA INTERNATIONAL,** Reg. No: KAR No. 2287 Societies Registration Act XXI of 1860 Govt. of Sindh, Pakistan.
Website: www.habibia.edu.pk,
This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

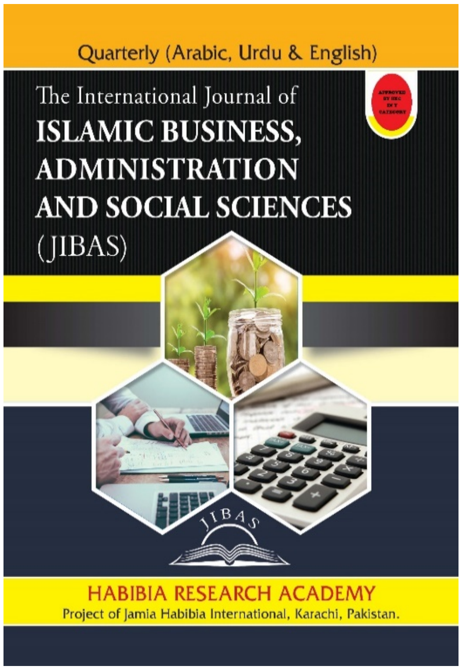

TOPIC:

THE CULTURAL, HISTORICAL AND POLITICAL STUDY OF KHUSHWANT SINGH'S NOVEL DELHI"

خشونت سنگھ کے ناول "دِلی" کا تہذیبی، تاریخی اور سیاسی مطالعہ

AUTHORS:

1- *Dr. Rashida Qazi, Department of Urdu, Ghazi University D. G. Khan. Email ID: rashida_qazi@yahoo.com Orcid ID: https://orcid.org/0000-0003-2738-7295*

2- *Muhammad Ali,* PhD. *Scholar in Urdu, IUB, Bahawalpur, Email ID: alikhanzada40@gmail.com Orcid ID: https://orcid.org/0000-0001-7209-207X*

3- *Imran Raza Shah, Ph.D Scholar in Urdu, IUB, Bahawalpur, Email ID: emran5799000@gmail.com Orcid ID: https://orcid.org/0000-0003-1744-7688*

How to Cite: *Qazi, Rashida, Muhammad Ali, and Imran Raza Shah. 2022. "U-4: THE CULTURAL, HISTORICAL AND POLITICAL STUDY OF KHUSHWANT SINGH'S NOVEL DELHI" : خشونت سنگھ کے ناول "دہلی&Quot; کا تہذیبی، تاریخی اور سیاسی مطالعہ". International Journal of Islamic Business, Administration and Social Sciences (JIBAS) 2 (2):57-66. URL: https://jibas.org/index.php/jibas/article/view/63.*

Vol. 2, No.2 || April –June 2022 || P. 57-66
Published online: 2022-06-30

QR. Code

THE CULTURAL, HISTORICAL AND POLITICAL STUDY OF KHUSHWANT SINGH'S NOVEL DELHI”

خشونت سنگھ کے ناول "دِلی" کا تہذیبی، تاریخی اور سیاسی مطالعہ

Rashida Qazi, *Muhammad Ali,* *Imran Raza Shah,*

ABSTRACT:

The overall situation of civilization must be kept in mind in order to understand their characteristic; which means all those beliefs, values, thoughts, tactics, aspirations, etiquettes, habits, music and several other aspects which are prevalent or popular in the particular region. In this regard, Delhi is not a town like other minor cities. According to great historians and scholars, Delhi which was settled before Christ, has been abolished and retained seven times. According to recent observations and facts, the curt Delhi is eighth. The purpose of monograph (Research paper) is to show the status of Khushwant Singh as a historian. The novel Delhi was the result of his twenty years of experience (practice). Thus, he wrote a short history of Delhi discussing its different civilizations, cultures and political aspects. Khushwant singh has summed up this history of centuries in his novel “Delhi”. He has described the account of Delhi from its early era to current time (Up to killing of Indira Gandhi).The protagonist of this novel is bhag-mati (who is a transgender) has been presented symbolically. The way he is exploited by men and women, as he is not able to have a child; the same is the case with Delhi. Khushwant singh has aesthetically highlighted the ruins and bruises of Delhi in the historical context. Moreover, he has also focused and explained cultural, social, and civilized aspects of Delhi.

KEYWORDS: *Civilization, Culture, Consuetude, Societal, Extortion, History.*

تہذیب کی خصوصیات کو سمجھنے کے لیے اس کی مجموعی صورت حال کو ذہن میں رکھنا ضروری ہوتا ہے۔یعنی وہ سب عقیدے، قدریں، افکار، حربے، اُمنگیں، آدرش، آداب، عادات، ادب، موسیقی اور طور اطوار وغیرہ جو مخصوص خطے میں رائج یا مقبول ہوں۔ اس حوالے سے دِلّی دوسرے معمولی شہروں جیسی بستی نہیں۔ مورخین اور محققین کے مطابق قبل مسیح آباد ہونے والی یہ دِلّی سات مرتبہ آباد اور برباد ہوئی۔ موجودہ دِلّی گنتی اور شواہد کے لحاظ سے آٹھویں ہے۔ تحقیقی مقالے کا مقصد ایک مورخ کے طور پر خشونت سنگھ کے معیار کو ظاہر کرنا ہے۔ناول دلی ان کی بیس سالہ ریاضت کا نتیجہ تھا۔یوں انہوں نے مختلف تہذیب و ثقافت اور سیاسی پہلوؤں پر بحث کرتے ہوئے دلی کی مختصر تاریخ لکھ ڈالی۔ خشونت سنگھ نے صدیوں پھیلی اس تاریخ کو ناول "دِلّی" میں سمو دیا۔ انہوں نے دِلّی کی کہانی ابتدائی ادوار سے زمانہ حال (اندرا گاندھی کے قتل) تک رقم کر دی۔ ناول کا مرکزی کردار بھاگ متی (جو ایک خواجہ سرا ہے) علامتی طور پر پیش کیا گیا۔ جس طرح اس کا استحصال مرد و عورت سب کرتے ہیں اور وہ کبھی صاحب اولاد بھی نہیں ہو سکتا کچھ ایسا ہی حال دِلّی کا ہے۔ دِلّی کے سینے پر جتنے زخم لگے ان سب کو خشونت سنگھ نے تاریخی تناظر میں خوب واضح کیا، اس کے علاوہ دِلّی کے تہذیبی، ثقافتی اور معاشرتی پہلوؤں کو بھی زورِ قلم سے اجاگر کرنے میں خاصّے کامیاب نظر آتے ہیں۔

خشونت سنگھ ۲ فروری ۱۹۱۵ء کو پاکستان کے صوبہ پنجاب (ہڈالی) میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے گورنمنٹ کالج لاہور سے تعلیم حاصل کی اور لاہور ہائی کورٹ میں کچھ عرصے وکالت بھی کی۔ آزادی کے بعد پاکستان سے ہجرت کی اور دہلی کو مسکن بنایا۔ وہاں انہوں نے وزارت خارجہ میں انفارمیشن آفیسر کی حیثیت سے مختلف ممالک میں کئی اہم ذمہ داریاں نبھائیں۔ کاروبار، وکالت اور ملازمت سے سبکدوش ہونے کے بعد وہ ادب کی دنیا سے وابستہ ہوئے جو ان کے لیے اصل وجہ شہرت ثابت ہوئی۔ خشونت سنگھ کے مزاج میں سچائی، دوسروں کو خوش کرنا اور ایک پکے سیکولر

ہونے کا عنصر نمایاں ہے۔ وہ لکھتے ہیں کچھ سالوں پہلے میں نے خود اپنی قبر کا کتبہ لکھا: "اس جگہ ایک ایسا شخص سکونت پذیر ہے جس نے نہ انسان کو بخشا اور نہ خدا کو، اس پر قیمتی آنسو بہا کر ضائع نہ کریں۔ ہنسانے کے لیے وہ بے ہودہ چیزیں لکھتا رہا۔ خدا کا شکر ہے کہ وہ مر گیا۔"(۱) اپنے بارے میں اس طرح کی باتیں لکھنے کے لیے بلند حوصلے کی ضرورت ہوتی ہے جو خشونت سنگھ میں بہت زیادہ تھا۔

خشونت سنگھ پاک و ہند کے بڑے مصنفین میں سے ایک ہیں۔ انہوں نے ادب کے مختلف شعبوں (تاریخ، افسانوی ادب، غیر افسانوی ادب) میں قلمی جوہر دکھائے۔ انہوں نے چھ ناول لکھے جس میں ایک "دِلّی" (۱۹۹۰ء) بھی ہے۔ تہذیب و معاشرت کے حوالے سے دِلّی دوسرے شہروں جیسی بستی نہیں، ایک معمولی شہر اور دِلّی میں ویسا ہی فرق ہے جو ایک مٹی کے ڈھیلے اور ایک پرانی صراحی میں ہوتا ہے۔ صراحی بھی بلاشبہ مٹی کی بنی ہوتی ہے پر اس پر بہت سے پوشیدہ ہاتھوں کے نشانات ثبت ہوتے ہیں۔ پھر صراحی کمہار کے فن کا ہی کمال نہیں اس کی اپنی بھی ایک زندگی ہے، اس سے نہ جانے کتنے پیاسوں نے تشنگی مٹائی اور مستفید ہوئے ہوں گے۔ کچھ ایسا ہی فرق دِلّی اور دوسرے شہروں میں ہے اور یہ چند سالوں سے نہیں بلکہ تاریخ کی ابتداء سے ہی "دِلّی" بہت سی خصوصیات کی حامل رہی ہے۔(۲) یہ علم و حکمت، ثقافت، تہذیب و تمدن اور فنون لطیفہ کا مرکز رہی ہے۔

میر امن نے اسے "ست جگی" کہا، مورخین اور محققین کے مطابق قبل مسیح آباد ہونے والی یہ دہلی کم از کم سات مرتبہ آباد اور برباد ہوئی۔(۳) موجودہ دلی گنتی اور شواہد کے اعتبار سے آٹھویں ہے۔(۴) عام روایت ہے کہ ۱۴۵۰ ق م میں راجہ سدرشن نے اندر پرستھ نام کا شہر آباد کیا تھا، یہی دِلّی کا سب سے پرانا شہر تھا۔(۵) اب سے کوئی تین، ساڑھے تین ہزار برس پہلے ہندوؤں میں "مہابھارت" کے نام سے مشہور لڑائی ہوئی یہ شہر اس زمانے کی بھی یادگار ہے۔ یہ دلی اجڑی تو کئی زمانے گزرنے کے بعد "دہلو" نامی راجہ نے اس نگر کی دوبارہ بنیاد رکھی، اس کے نام پر شہر کا نام دہلو پھر دہلی اور دِلّی بن گیا۔(۶) بادشاہ دہلو کے آباد کردہ نگر کا زوال جب مقدر بنا تو سات سو بانوے برس اجاڑ پڑے رہنے کے بعد راجہ پال نے ۱۰۵۴ء میں یہاں نئے نگر کی بنیاد رکھی۔(۷) ۱۱۵۱ء میں اجمیر کے چوہان راج پوتوں نے اس خاندان کی اینٹ سے اینٹ بجادی۔ فاتح اور مفتوح خاندان کے باہم شیر و شکر ہو جانے کے باعث دِلّی کے ہندو راجاؤں کا آخری مشہور و معروف راجہ پرتھوی راج نے اس راجدھانی کی باگ دوڑ سنبھالی اور یوں دِلّی کا تہذیبی و ثقافتی رنگ اور گہرا کیا۔ سلطان محمد غوری کے حملے اور فتح سے اس راجدھانی پر حکومت غوری کے سپہ سالار قطب الدین نے سنبھال لی۔(۸) ترک اور پستون نسل کی ان حکومتوں میں خاندان غلاماں (۱۲۰۶ء تا ۱۲۰۹ء)، خلجی خاندان (۱۲۹۰ء تا ۱۳۲۰ء)، تغلق خاندان (۱۳۲۰ء تا ۱۴۱۳ء)، سید خاندان (۱۴۱۴ء تا ۱۴۵۱ء، لودھی خاندان (۱۴۵۱ء تا ۱۵۲۶ء) کی حکومتیں شامل ہیں۔

۱۵۲۶ء میں دِلّی سلطنت مغلیہ خاندان کے رنگ میں رنگنا شروع ہوتی ہے۔ اس کے بعد انگریزوں کے مظالم، جنگ آزادی اور آخر میں اس سے بھی زیادہ دل خراش تقسیم ہند، دِلّی نے یہ سب کچھ سہا۔

اس سے واضح ہوتا ہے "دِلّی" ایک کثیر الثقافتی شہر ہے۔ یہ ہندو مسلم مت، جین مت، بدھ مت اور سکھ مت جیسے کئی مذاہب کا گھر ہے۔ ڈاکٹر گیتا (ایسوسی ایٹ پروفیسر، خان پور کالج، انڈیا) لکھتی ہیں کہ:

Delhi is the capital of India. Being the capital, Delhi bore the brunt of many foreign attacks. When the foreigners came, they spread their religion in India. Khushwant singh in his novel Delhi has beautifully depicted the multi culture of India. (۹)

خشونت سنگھ کا ناول "دِلّی" صورت حال کو موضوع نہیں بناتا۔ ناول کا مرکز شخصیات کی بجائے، دِلّی اور تاریخ دِلّی ہے۔ ڈاکٹر سلیم اختر لکھتے ہیں کہ:

"۔۔۔ یہ دِلّی کی تاریخ نہیں، بلکہ تاریخ کے تناظر میں دِلّی کا مرقع ہے۔۔۔ اس میں کسی روایتی ہیرو یا ہیروئن کے جذباتی المیے کا قصہ نہیں۔ یہ دِلّی شہر کی داستان ہے۔"(۱۰)

دلی اپنی تہذیب و ثقافت سے پہچانی جاتی ہے۔ خشونت سنگھ نے بھی اسی تہذیب و ثقافت، مغلوں کے حملوں اور ہندو سکھ ثقافت پر ان کے اثرات کو خوب صورتی سے پیش کیا ہے۔ تہذیب و ثقافت یا کلچر انسان کو باوقار طریقے سے زندگی بسر کرنے کا سلیقہ دیتے ہیں۔ تہذیب کی خصوصیات کو سمجھنے کے لیے اس کی مجموعی صورت کو ذہن میں رکھنا ضروری ہے۔ اول: وہ سب عقیدے، قدریں، افکار، حرب، امنگیں یا آدرش جنہیں کوئی انسانی برادری عزیز رکھتی ہے۔ دوم: وہ آداب، عادات، ادب، موسیقی اور طور اطوار جو اس گروہ میں رائج یا مقبول ہیں۔ سوم: وہ فنون مثلاً موسیقی، مصوری، عمارت گری، دستکاری غرض پورا طریقہ زندگی کو کلچر کہتے ہیں۔(۱۱) فطرت جہاں اپنے قوانین سمیت اختتام پذیر ہوتی ہے اسی مقام سے انسانی تہذیب کا آغاز ہوتا ہے۔ لہٰذا تہذیب کے علاوہ کوئی ایسی سطح نہیں جس پر انسانی معاشرت قیام کر سکے۔ اگر تہذیب کو انسانی ذات سے منہا کر دیا جائے تو جو کچھ باقی رہ جاتا ہے وہ ایسی عادات و خصائل کا مجموعہ ہو گا، جس کے ذریعے انسان اور انسانیت کو ثابت کرنا ممکن نہیں۔(۱۲) خشونت سنگھ کی زندگی کا طویل عرصہ دلی میں گزرا جس کے باعث اس شہر سے محبت فطری عمل ہے۔ ان کی اسی محبت کا منہ بولتا ثبوت ناول "دِلّی" ہے جو صدیوں پر محیط اس شہر کی تاریخی کہانی بلکہ داستانِ عبرت ہے، جسے مکمل کرنے میں انہیں بیس برس لگے۔ دِلّی شہر، خشونت کے عشق کا مرکز ہے۔ انہیں لوگوں کے اس رویے سے شدید کوفت محسوس ہوتی ہے، جو دلی کی تہذیب و معاشرت کو خاطر میں نہیں لاتے، جو تہذیب کی نفاست کو بھلا کر ناپسندیدہ رویوں کی آب یاری کرتے ہیں۔

"دہلی کے شہری کسی کے کچھ کہنے کی پرواہ نہیں کرتے۔ وہ ہر جگہ بلغم تھوکتے اور پان کی پیک پھینکتے ہیں۔ وہ پیشاب اور پاخانہ کرتے ہیں، ہر جگہ جہاں ان کی خواہش ان پر غلبہ پاتی ہے۔ وہ اونچی آواز میں باتیں کرتے ہیں اور باتیں کرتے ہوئے اپنے پوشیدہ اعضاء کھجلاتے ہیں۔"(۱۳)

میرے خیال میں دِلّی، اپنی تہذیب و ثقافت اور نفاست پسندی کو جنگ آزادی کے بعد مکمل لوٹا بیٹھی جس کا اندازہ موجودہ دِلّی کی صورتِ حال سے باخوبی لگایا جاسکتا ہے۔ ۱۸۵۷ء کے بعد دِلّی کے تہذیب یافتہ اور بااثر لوگ یہاں سے ہجرت کر جاتے ہیں، جس کے باعث بستا شہر پھر سے اُجڑ گیا۔ شہر بسانے کی غرض سے انگریزوں نے دوسرے علاقوں سے لوگوں کو لا کر یہاں آباد کرنے کے لیے کالونیاں بنائی اور نیا شہر بسا دیا۔ دِلّی کی تہذیب و معاشرت کو عزیز رکھنے والے اس شہر سے ہجرت کر گئے اور نئے باسی کیوں دِلّی سے ان جیسی یا ان کے جتنی محبت کر سکتے تھے۔ دِلّی کئی دفعہ آباد ہوئی اور اتنی ہی دفعہ یہ اجڑی، خشونت سنگھ نے اس عمل کو ناول میں موجود کردار "بھاگ متی" سے واضح کیا۔ یہ علامتی کردار دِلّی کے

بانجھ پن کو ظاہر کرتا ہے، جس طرح خواجہ سرا کبھی صاحب اولاد نہیں ہو سکتا ایسے ہی دِلّی بھی کبھی سرسبز و شاداب نہ رہ سکی۔ دِلّی کا استحصال بھی ماضی اور حال میں ایسے ہی ہوا یا ہو رہا ہے جیسے موجودہ معاشرے یا ناول میں خشونت سنگھ نے بھاگ متی کا دیکھایا ہے۔ بھاگ متی کے ذریعے مصنف نے دِلّی کی کیفیت بیان کی ہے۔ بھاگ متی ایک خواجہ سرا ہے جس کا استحصال ہر دو سطح پر ہوا ہے، دِلّی کا بھی بہت سے حملہ آوروں اور اس کے اپنے حکمرانوں نے بعینہ استحصال کیا۔

یہ ناول خشونت سنگھ کی تاریخی علمیت کا منہ بولتا ثبوت ہے بعض مقامات پر ناول سفر نامے سے مماثلت رکھتا ہے، جو اپنے قارئین کو مختلف صدیوں میں لے جاتا ہے۔ قاری پانڈوؤں اور کوروؤں کے دور سے گیارہویں صدی اور پھر یہاں سے بیسویں صدی تک کا سفر طے کرتا ہے۔ انہوں نے بلبن سے لے کر ۱۹۸۴ء تک کے دور کی عکاسی کی ہے اور پوری کہانی "دِلّی" کے گرد گھومتی ہے۔

ناول "دِلّی" تیئس ابواب پر مشتمل ہے جن میں سے دس ابواب قارئین کو غیر ملکی حملہ آوروں، مسلم دورِ حکومت میں ہندوؤں کی سماجی حیثیت، 1857ء اور پہلی جنگ آزادی سے آگاہی فراہم کرتے ہیں باقی کے کچھ ابواب نئی دِلّی کی تشکیل، مہاجرین کی حیثیت، مہاتما گاندھی اور اندرا گاندھی کے قتل سے آگاہ کرتے ہیں۔ عرفان احمد خان لکھتے ہیں کہ:

> "خشونت سنگھ کا نام ادب میں بڑا معتبر ہے۔۔۔ حقیقت نگاری کا دامن وہ کبھی نہیں چھوڑتے۔ تاریخ جیسے بڑے موضوع پر ہاتھ ڈالنا کسی عام ادیب کے بس کی بات نہیں۔ تاریخ سے زنا کرنے والوں میں سے بہت سوں کو آپ نے بھی پڑھا ہو گا، میں نے بھی پڑھا ہے۔ مگر تاریخ کی خاطر روتے کسی کو آپ پہلی بار محسوس کریں گے۔ سچائی ہی اس ناول کی سب سے بڑی خوبی شمار کی جائے گی۔"(۱۴)

تاریخ کتنی خوب صورت، کتنی بھیانک اور کیسے کیسے رنگ بدلتی ہے، خشونت سنگھ قاری کو وہ سب دکھاتا ہے، وہ بھی غیر جانب داری سے لیکن اورنگ زیب عالمگیر کا بیان کرتے ہوئے خشونت سنگھ خاصے جذباتی دکھائی دیتے ہیں۔ انہوں نے دلی کے عروج و زوال، فاتحین کی آمد مفتوحین کے قتل عام، بادشاہوں، درباروں، رعایا، تہذیب و ثقافت اور تاریخی واقعات کو مختلف کہانیوں کے ذریعے اجاگر کیا۔ کسی مخصوص عہد، ثقافت یا حقیقی شخصیات کو موضوع بنانے والے ناول نگار کا سب سے اہم مسئلہ یہ ہوتا ہے کہ ماضی کو اپنے تمام لوازمات سمیت کیسے زندہ کرے۔ اس مقصد کے لیے صرف جزئیات نگاری ہی کار آمد ثابت ہو سکتی ہے۔ اسی لیے تاریخی ناولوں کے لیے تحقیق ضروری سمجھی جاتی ہے اور خشونت سنگھ نے ناول کی تحقیق اور تحریر میں بیس برس صرف کیے جو بذات خود قابل توجہ ہے۔ ناول میں کہانی کی چاشنی، کرداروں کی آویزش، واقعات کا تحیر اور اسلوب کا ذائقہ بھی ملتا ہے۔

ڈاکٹر سلیم اختر مزید لکھتے ہیں کہ:

> "مجھے جس چیز نے بطور خاص متاثر کیا وہ ناول کی تکنیک ہے۔ خشونت سنگھ نے دہلی کی تاریخ سے اہم ادوار یا نامور بادشاہوں کے عہد میں سے ایک، ایک نمائندہ کردار منتخب کر کے اس کے حالات کوائف کو اس عہد کی دہلی کی علامت میں تبدیل کر دیا۔۔۔ ناول "دلی" میں ماضی اور حال باہم گلے ملتے نظر آتے ہیں اور یہی اس تکنیک کی خوبی ہے۔"(۱۵)

مصنف نے لیڈی ہاوئی ٹاوٹی، بھاگ متی، تیمور، جار جین، اورنگ زیب عالمگیر، نادر شاہ، میر تقی میرؔ، ایلس آلڈ ویل، بہادر شاہ ظفر، نہال سنگھ، بخت خان اور بدھ سنگھ جیسے کرداروں کے ذریعے دِلّی کی تاریخ اور واقعات کو بیان کیا۔ وہ توہم پرستی کو نھا سنگھ دست شناس ماہر علم نجوم کے کردار سے واضح کرتا ہے۔ تہذیبی و معاشرتی پستی کا اندازہ درج ذیل تحریر سے ہو جاتا ہے۔

"میں نیوز اسٹینڈ سے "دہلی انڈرورلڈ" کی ایک کاپی خرید تا ہوں۔۔۔ صفحات پر دہلی کے اسکینڈلوں کے ہفتہ وار راشن کا غوطہ لگاتا ہوں: کابینہ کے ایک وزیر (جس کا نام اگلے شمارے میں افشا کیا جائے گا) نے اپنے بہو کو حاملہ کر دیا۔۔۔ کالج کے ایک طالب علم نے ایڈیٹر کے نام خط میں شکایت کی ہے کہ اس کی سوتیلی ماں نے اس کی عصمت دری کی ہے جبکہ اس کا باپ بیرونی دورے پر تھا۔"(۱۶)

وہ برقی شمشان گھاٹ اور وفات کی رسومات کے ذریعے معاشرتی رنگ واضح کرتا ہے۔ وہ دہلی کے دیہاتی علاقوں کے ساتھ دہلی کی آب و ہوا جغرافیائی اہمیت، توہم پرستی، دہلی کے لوگوں اور غیر ملکیوں کے مزاج رویوں کے تضاد، نو آبادیاتی اثرات، غیر اخلاقی اطوار سب کو ماضی اور حال دونوں پیرائے میں روشناس کراتے ہیں۔ وہ ان تمام حکمرانوں کو تنقید کا نشانہ بناتے ہیں جنھوں نے مذہبی شدت پسندی کے باعث آثار قدیمہ وغیرہ کو تباہ و برباد کیا۔ کم عمر میں شادی اور نسل پرستی اور مذہبی تنگ نظری کو وہ مسدی لعل کے ذریعے عیاں کرتے ہیں۔

"ترک فاتحین نے باطل کو معبود کرنے کی خاطر ستائیس ہندوؤں اور جین مندروں کو منہدم کرنے کے بعد وشنو اور لکشمی کے بتوں کو مسجد کے داخلی دروازے کے نیچے دفن کر دیا تھا، تاکہ عبادت کے لیے اندر جانے والے عبادت گزار انہیں اپنے قدموں تلے روندتے ہوئے جائیں۔"(۱۷)

دِلّی شہر کے سینے پر بہت سے زخم موجود ہیں اور ہر زخم کے بعد اس کا ادبی، سیاسی اور تہذیبی رنگ بدلہ ۱۳۹۸ء میں تیمور لنگ نے گہرا زخم دیا، اس کے لشکر نے شہر میں قتل عام کیا۔ بقول بشیر الدین احمد "گلیوں میں اس قدر مردے ڈال دیے گئے کہ گلیوں میں چلنے کا رستہ نہ رہا" دلی کی تباہی کا اندازہ ناول کی تحریر سے باخوبی لگایا جاسکتا ہے:

"وہاں مردوں کو دفنانے والا کوئی بھی نہ تھا۔ گلی سڑی ہوئی لاشوں نے وباء پھیلا دی اور زندہ بچ جانے والے افراد اس کی زد میں آ گئے۔ مہینوں تک دہلی ویران رہا، جہاں دن میں کوّے، چیلیں اور گدھ ہوتے، رات کو اُلو، گیدڑ اور بھیڑیے۔"(۱۸)

پھر ۱۵۲۶ء میں دِلّی کی تہذیب و معاشرت کو پوری دنیا میں شناخت ملی جب بابر نے دِلّی میں فاتح کی حیثیت سے قدم رکھا۔ تو دِلّی کے ادبی، سیاسی اور ثقافتی رنگ بدلے اور گہرے ہو کر نمودار ہوئے۔ سترھویں صدی میں شاہجہان نے اس رنگ اور تہذیب و ثقافت کو بامِ عروج بخشا۔ اس کے بعد اگر اور زخم تاریخی حوالہ سے کریدے جائیں تو ۱۷۳۹ء، ۱۷۵۱ء، ۱۸۵۷ء اور ۱۹۴۷ء کے واقعات ناقابلِ بیان ہیں۔

میر تقی میرؔ کو خشونت نے جنسی علامت کے طور پر پیش کیا اور اس ضمن میں وہ ہماری توجہ اس دور کے ایسے مردوں کی طرف مبذول کرواتے ہیں جو دوہری شخصیت کی حامل عورتوں کے فریب میں بآسانی پھنس جاتے ہیں۔ وہ معزز عورتیں جو معاشرے میں پاک دامن اور معصوم جانی جاتی ہیں کیسے اپنے شریک حیات کو دھوکہ دے کر بہت سے ناجائز تعلقات قائم کرتی ہیں۔

ڈاکٹر سلیم اختر لکھتے ہیں کہ:

"اگر میرؔ کو بطور کردار استعمال کرنا ہی تھا تو پھر عہد زوال کی دِلّی کے "شہر آشوب" کے تناظر میں میرؔ کے مردم بیزاری، بے دماغی، کم آمیزی دیوانگی اور مریضانہ انا پسندی کے حوالے سے اچھا مرقع تیار کیا جاسکتا تھا۔ اسی طرح یہ بھی باعث تعجب ہے کہ ۱۸۵۷ء کے حالات کے سلسلے میں مرزا اسد اللہ غالبؔ کو فراموش کر دیا گیا۔ حالانکہ غالب ایسی شخصیت ہے جس میں اس عہد کے تمام تضادات باہم آمیز ملتے ہیں۔ وہ انگریز حکام سے خوش گوار مراسم کا خواہاں ہونے کے باوجود، قلعہ سے بھی تعلق استوار رکھنا چاہتا تھا۔ حصول پینشن کے لیے غالب نے کلکتے کی تین چیزوں کو بطور خاص سراہا: انگریز عورتیں، انگریزی شراب اور انگریزی ایجادات۔ اگر خشونت سنگھ غالبؔ کو اس عہد کی دہلی کے نمائندہ کردار کے طور پر پیش کرتا، تو بنا بنایا کردار نظر آتا ہے۔"(۱۹)

خیر یہ تو ڈاکٹر سلیم اختر کی رائے تھی قاری اور نقاد کا اس سے متفق ہونا ضروری نہیں لیکن غالبؔ کو نظر انداز کرنا مقام حیرت ہے۔ بہر حال خشونت سنگھ نے جس کو بھی لیا اس سے ماضی اور حال دونوں کو حقیقت پسندی سے اجاگر کیا۔ انہوں نے چند ایک مقامات پر خلافِ توقع عوامل بھی پیش کیے چاہے وہ قربانی کے ضمن میں ہو یا ضعیف و کمزور بادشاہ بہادر شاہ ظفر کے جنسی بیان کا حوالہ ہو۔ چند باتوں سے قطع نظر خشونت سنگھ کا تاریخی ناول "دِلّی" بے حد دلچسپ ہے جس میں شاہ و گدا، مرد و زن، پیر و جواں، شاعر، درباری، وفادار، سازشی، حاکم، محکوم، ظالم، مظلوم، مقامی، غیر ملکی، طوائف اور خواجہ سرا سبھی اپنا اپنا کردار احسن طریقہ سے ادا کر کے دِلّی کی تاریخ کو امر کر دیتے ہیں۔

خشونت سنگھ قارئین کی توجہ یاں کی سماجی برائیوں کی طرف بھی مبذول کرانے کی کوشش کرتے ہیں۔ ذات پات دِلّی کے معاشرے کی سب سے بڑی سماجی برائیوں میں سے ایک ہے۔ انہوں نے باب نمبر دس "اچھوت" کے عنوان سے اس برائی کی تصویر کشی کے لیے وقف کیا۔ باب کا راوی رکاب گنج کے اچھوتوں کے بارے میں بات کرتا ہے ہمارے معاشرے میں ذات پات کی درجہ بندی کا نظام موجود ہے۔ ہمارے اس نظام میں چار بڑے طبقے ہیں اور اچھوت کو آخری طبقہ دیا گیا ہے۔ انہیں اپنی معمولی ملازمتوں کی وجہ سے نجس سمجھا جاتا ہے۔ موجودہ دور میں ذات پات کا نظام اتنا سخت نہیں رہا لیکن یہ معاشرتی حوالے سے اب بھی گہرے اثرات رکھے ہوئے ہے۔ ناول میں خشونت سنگھ مغل دورِ حکومت میں اچھوتوں کی حیثیت کے بارے میں بات کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اونچی ذات کے لوگوں کے استحصال کی وجہ سے بہت سے اچھوتوں نے سکھ مذہب اپنایا۔ اس باب کا راوی کہتا ہے کہ:

"ہم میں سے رکاب گنج کے بیشتر اچھوتوں نے خود کو گرو کے پدم قدم سے وابستہ کر لیا تھا اور خود کو نانک کے سکھ کہلوانا شروع کر دیا تھا۔"(۲۰)

یہ عمل معاشرے کی سماجی برائی کو ظاہر کرتا ہے کہ نچلی ذات کے لوگوں کی کوئی حیثیت نہیں سمجھی جاتی۔ اسی باب میں مغلیہ دور کی بڑی غلطیوں میں سے ایک سکھ گرو تیغ بہادر کے قتل کروانے کا قصہ بھی بیان کیا جسے رنگریٹا عزت کے ساتھ چتا دیتا ہے۔ یہ عمل اسے حقیقی شناخت فراہم کرتا ہے جس کی وہ طویل عرصے سے تلاش میں تھا۔

"آج کے بعد جو بھی مجھے گندا کہے گا، اس کا منہ گندگی سے بھر جائے گا۔ میں اب جائنتار رنگریٹا تھا، اپنے گرو کا سچا بالکا!"(۲۱)

ناول میں خشونت سنگھ سکھوں کی بڑھتی طاقت کو بھی ظاہر کرتا ہے۔ سکھ، افغانوں کے خلاف لڑے اور مہاراجہ رنجیت سنگھ کے دور میں طاقت ور برادری کے طور پر ابھرے جن کا اپنا تہذیبی رنگ کافی گہرا ہے۔ ناول میں سکھ، مسلمانوں سے نفرت کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ کیونکہ وہ انہیں اپنے گرو تیغ بہادر کی موت کا ذمہ دار گردانتے ہیں۔ انگریز قوم ہوشیار تھی انہوں نے اس نفرت کو مسلمانوں کے خلاف استعمال کیا۔ سکھوں نے بھی بدلہ لینے کی غرض سے انگریزوں کی مدد کی۔ اس سارے امر کو خشونت نے نہال سنگھ کے ضمن میں واضح کیا۔ انہوں نے سکھوں کو بھی ان کی حرکات کے باعث حقیقی رنگ میں واضح کیا۔

خشونت ناول میں دِلّی پر اثرانداز ہونے والے ان تمام واقعات کو بیان کرتے ہیں جو اس کی تہذیب و ثقافت یا معاشرت پر اثرانداز ہوئے۔ وہ تقسیم بنگال کے اثرات ہوں یا جنگ عظیم اول کے، جلیانوالہ باغ کا واقعہ ہو یا ۲۳ دسمبر ۱۹۳۱ء کو نئی دِلّی کا افتتاح۔ اس ضمن میں اقتباسات درج ذیل ہیں جس سے دِلّی کی تاریخ اور خشونت سنگھ کی تاریخ دانی کا باخوبی اندازہ ہو جاتا ہے۔

"بنگال کی تقسیم کا فیصلہ پہلی بار ۱۹۰۵ء میں لارڈ کرزن نے کیا تھا جس پر ہندو مشتعل تھے۔ ان کے خیال میں یہ فیصلہ ہندو اور مسلمانوں کو مزید تقسیم کر سکتا تھا، اور مشرقی بنگال میں مسلم ریاست کا پیش خیمہ ہو سکتا تھا۔ نوجوان بنگالی ہندو اور کچھ گمراہ سکھ بپھر گئے اور تقسیم کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے۔"(۲۲)

"۔۔۔امرتسر میں جنرل ڈائر کا جلیانوالہ میں ساڑھے تین سو افراد کو مارڈالنا اور ایک ہزار سے اوپر لوگوں کو زخمی کر دینا۔۔۔ بعد میں وہاں (صوبہ پنجاب) مارشل لاء لگا دیا گیا۔"(۲۳)

"میرا طرز حیات بدل گیا اور میں انگریزی کپڑے پہننے لگا۔"(۲۴)

۲۳ دسمبر ۱۹۳۱ء کو لارڈ ارون نئی دِلّی کا افتتاح کرنے آیا"(۲۵)

"اگست ۱۹۱۴ء میں انگلستان کی جرمنی کے ساتھ جنگ چھڑ گئی ہیلی نے میرے باپ کو بلایا اور اس کے ذمے گاؤں سے فوجی بھرتی کرنے کا کام لگایا اور اسے انعام لالچ بھی دیا۔"(۲۶)

ہندوؤں اور مسلمانوں نے انگریزوں کے خلاف لڑنے کے لیے ہاتھ ملایا لیکن جناح کے دو قومی نظریہ کے بعد ان کے درمیان پرانی دشمنی شروع ہو گئی اور تقسیم ہند کا سبب بنی۔ اس عمل سے اب دلی کے ساتھ اور بہت سے خطے لالہ زار بن گئے۔ لاکھوں لوگ نہ صرف اپنی زمین اور جائیداد بلکہ اپنی قیمتی جانوں سے بھی محروم ہوئے۔ ہندوؤں اور سکھوں نے مسلمانوں کو اپنی پریشانیوں کا ذمہ دار ٹھہرایا اور مسلمانوں نے انہیں، تقسیم

کے بعد کا منظر نامہ خشونت کے زور قلم سے آنکھوں کے سامنے مرتب ہوتا دکھائی دیتا ہے اور قاری فلیش بیک کی تکنیک کے سبب اس صدی میں ہوتے ہوئے بھی ذہنی طور پر خود کو ۱۹۴۷ء کی تقسیم ہند کے تناظر میں خود کو محسوس کرتا ہے۔

۱۹۴۷ء کی تقسیم ہند کے بعد سکھوں کو اپنی شناخت کا مسئلہ درپیش آیا اور انہوں نے جنرل سنگھ بھنڈروالا کی قیادت میں علیحدہ ریاست (خالصتان) کے لیے دھرم یودھ شروع کیا۔ شرپسندوں کو گولڈن ٹمپل سے نکالنے کے لیے اندرا گاندھی نے فوج کو طلب کر کے اورنگ زیب والی غلطی کو پھر دوہرایا، کیے جانے والے اس آپریشن کو "بلیو اسٹار" کا نام دیا گیا۔ اندرا گاندھی کی اس حرکت پر سکھ ناراض اور دکھی ہوئے اور اندرا گاندھی اپنے ہی محافظ کے ہاتھوں قتل ہو گئیں۔ اس عمل سے دِلّی میں ہندو، سکھ فسادات نے جنم لیا اور دِلّی پھر سے خون کے آنسو روتی دیکھائی دیتی ہے۔ راوی کی محبوبہ بھاگ متی اس کے پاس آکر دِلّی کے حالات سے آگاہ کرتی ہے اور اس کی جان بچانے کی کوشش کرتی ہے۔

> "توبہ توبہ۔۔۔ جو کچھ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا وہ کوئی برداشت نہیں کر سکتا۔ وہ ہر اس سکھ کو مار رہے ہیں، جو انہیں سڑک پر دکھائی دیتا ہے، ان کی ٹیکسیوں، ٹرکوں اور سکوٹروں کو آگ لگا رہے ہیں۔ کناٹ پیلس کو بھی آگ لگا دی گئی ہے۔ وہ ہر سکھ کی دکان، ہوٹل اور دفتر لوٹ رہے ہیں۔"(۲۷)

مندرجہ بالا اقتباس دِلّی کی ہولناک صورت حال کو اجاگر کرتا ہے۔ سکھوں کا تعلق ہندوستان سے ہی ہے لیکن ۱۹۸۴ء کے فسادات کے دوران وہ اپنے ہی مادرِ وطن میں خود کو پناہ گزین محسوس کرنے لگے۔ اس احساس کو خشونت سنگھ نے دردناک حقیقی انداز میں عیاں کیا۔ تحقیق کا طالب علم اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ ناول "دِلّی" میں مختلف ثقافتوں کا عروج و زوال اور بدلتے رنگ موجود ہیں، کس طرح مختلف مذاہب کے لوگ اپنے وجود اور شناخت کے لیے لڑتے رہے اور خشونت سنگھ دِلّی اور پاک و ہند کے تنوع کو پیش کرنے میں کامیاب رہے۔ اس ضمن میں زیر بحث ناول قابل ذکر شناخت رکھتا ہے۔

حوالہ جات

1۔ عزیز احمد، "خشونت سنگھ ایک عظیم قلم کار، ایک عظیم انسان"، اردو ریسرچ جرنل، نئی دہلی: شمارہ ۴۵، مئی، جولائی ۲۰۱۶ء، ص ۷

2۔ راجندر لال بھانڈا، "دلی جو اک شہر تھا"، (دہلی: پاپولر پریس، ۱۹۴۹ء)، ص ۱۱۔ ۱۲

3۔ سلیم اختر، ڈاکٹر، "اردو ادب کی مختصر ترین تاریخ" (لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۱۷ء)، ص ۱۵۷

4۔ محمود علی خان، "دہلی"، (دہلی: مکتبہ جامع، ۱۹۲۰ء)، ص ۶

5۔ سلیم اختر، ڈاکٹر، "اردو ادب کی مختصر ترین تاریخ"، (لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۱۷ء)، ص ۱۵۷

6۔ انتظار حسین، "دِلّی تھا جس کا نام"، (لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۱۷ء)، ص ۹

7۔ ایضاً، ص: ۹

8۔ میرزا حیرت دہلوی، "چراغ دہلی"، (دہلی: اردو اکادمی، ۱۹۸۷ء)، ص ۲۷

9۔ Geeta Bisht walia, "The novel Delhi-An EPITOME OF MULTICULTURE, international journal of creative research thoughts,

Volume 8, issue, 3 March.

10۔ سلیم اختر،ڈاکٹر، مضمون بعنوان "دلی یاترا" مشمولہ:"دِلّی"، خشونت سنگھ، مترجم: عرفان احمد خان،،(لاہور:ٹی اینڈ ٹی پبلشرز،۲۰۱۶ء)،ص۱۸

11۔ محمد آصف،ڈاکٹر،"اسلامی اور مغربی تہذیب کی کشمکش"،(لاہور:ادارہ ثقافت اسلامیہ،۲۰۱۵ء)،ص۲۱

12۔ زوار حسین،"تہذیب"،(ملتان:بیکن ہاؤس،۲۰۰۰ء)،ص۱۰۔۱۱

13۔ خشونت سنگھ،"دِلّی"،مترجم عرفان احمد خان،(لاہور:ٹی اینڈ ٹی پبلشرز،۲۰۱۶ء)،ص۲۱

14۔ عرفان احمد خان، مضمون بعنوان "ہاٹ لائن" مشمولہ:"دِلّی"، خشونت سنگھ، مترجم: عرفان،(لاہور:ٹی اینڈ ٹی پبلشرز،۲۰۱۶ء)ص۱۰

15۔ سلیم اختر،ڈاکٹر، مضمون بعنوان "دہلی یاترا" مشمولہ:"دِلّی"، خشونت سنگھ، مترجم: عرفان،(لاہور:ٹی اینڈ ٹی پبلشرز،۲۰۱۶ء)ص۱۶

16۔ خشونت سنگھ،"دِلّی"،مترجم: عرفان احمد خان،(لاہور:ٹی اینڈ ٹی پبلشرز،۲۰۱۶ء)،ص۲۶

17۔ ایضاً،ص:۵۳

18۔ ایضاً،ص:۸۸

19۔ سلیم اختر،ڈاکٹر، مضمون بعنوان،"دلی یاترا" مشمولہ:"دِلّی"، خشونت سنگھ، مترجم: عرفان،(لاہور:ٹی اینڈ ٹی پبلشرز،۲۰۱۶ء)ص۱۸

20۔ خشونت سنگھ،"دِلّی"،مترجم: عرفان احمد خان،(لاہور:ٹی اینڈ ٹی پبلشرز،۲۰۱۶ء)،ص۱۰۸

21۔ ایضاً،ص:۱۱۶

22۔ ایضاً،ص:۲۵۴

23۔ ایضاً،ص:۲۵۹

24۔ ایضاً،ص:۲۶۱

25۔ ایضاً

26۔ ایضاً،ص:۲۵۸

27۔ خشونت سنگھ،"دِلّی"،مترجم: عرفان احمد خان،(لاہور:ٹی اینڈ ٹی پبلشرز،۲۰۱۶ء)،ص۲۷۰

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.